گزشتہ مالی سال میں خدائی افضال اور جماعتی قربانی کی برکت

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ / جولائی ۱۹۸۲ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۂ بقرہ کی یہ ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں:

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (البقرہ:۲-۴)

اور پھر فرمایا:

صدر انجمن احمدیہ کا وہ مالی سال جو یکم جولائی ۱۹۸۱ء سے شروع ہوا تھا۔ ۳۰ جون ۱۹۸۲ء پہ اختتام پذیر ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سال بہت ہی کامیاب ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ صرف محاصل خالص جو متوقع تھے وہ ایک کروڑ چھ لاکھ سولہ ہزار ایک سو پچاس روپے تھے۔ لاکھوں روپے کا مشروط بآمد بجٹ اس کے علاوہ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو وصولی ہوئی وہ ایک کروڑ چھ لاکھ کے مقابل پر تیس لاکھ انہتر ہزار روپے زائد یعنی کل ایک کروڑ چھتیس لاکھ تراسی ہزار روپے وصولی ہوئی۔ اس پر جہاں ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں وہاں ان کارکنان کا شکریہ بھی واجب ہے جو مرکزی ہوں یا مقامی

جماعتوں کے ہوں انہوں نے بڑی محنت اور خلوص کے ساتھ سارا سال کام کیا۔ محض للہ وقت دیا اور سلسلہ کا روپیہ بڑھانے کی خاطر وقت دے کر انہوں نے اپنی بہت سی قیمتی آرزوئیں قربان کیں۔

ایک دفعہ میں کراچی میں تھا وہاں کسی کام کیلئے طارق روڈ گیا تو کراچی کا ایک بوڑھا، کمزور، ناتواں سلسلہ کا کارکن بڑے انہماک کے ساتھ کہیں جاتا ہوا دکھائی دیا۔ لوگ اپنی شاپنگ کے لئے یا اور نظاروں کے دیکھنے کی خاطر اور شام کی سیر کا لطف اٹھانے کے لئے چل رہے تھے۔ مگر اس کارکن کے چہرہ پر ایک خاص عزم تھا خاص مقصد تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کسی خاص ذمہ داری کا بوجھ لئے ہوئے جا رہے ہیں۔ تو پتہ چلا کہ سلسلہ کے کاموں میں منہمک کیڑیاں جو دنیا کی نظر میں کیڑیاں ہیں لیکن اللہ کی نظر میں بہت عظیم مقام رکھتی ہیں۔ ان کیڑیوں میں سے وہ ایک کیڑی تھا اور صرف اللہ کے کاموں میں مصروف تھا۔ چندہ لینے کے لئے یا کوئی اور پیغام دینے کیلئے وہ جا رہا تھا۔ پس ان سب کارکنان کا شکر واجب ہے دعا کی صورت میں۔ خواہ مرکزی ہوں یا مقامی جماعتوں کے کارکنان ہوں سارا سال بہت محنت کرتے ہیں۔ بہت وقت خرچ کرتے ہیں۔ بہت دعائیں کرتے ہیں اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ یہ فضل عطا فرماتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کی اس رحمت پر خوش ہیں، لیکن اگر ظاہری اعتبار سے دیکھا جائے تو اس روپیہ کی خواہ وہ ایک کروڑ تیس لاکھ ہو، خواہ دس کروڑ تیس لاکھ ہو، کوئی بھی حیثیت نہیں ہے۔ روپیہ فی ذاتہٖ کوئی معنے نہیں رکھتا اور خاص طور پر اس دنیا میں جب کہ دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں کے بجٹ اتنے زیادہ بڑھ چکے ہیں کہ عام انسان کا تصور بھی اس کو نہیں پہنچ سکتا۔ ذہن وہ اعداد و شمار ہی Grasp نہیں کرسکتا۔ اس کو اس کا ادراک حاصل نہیں ہوسکتا کہ یہ کتنی بڑی رقمیں ہیں جن کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اس وقت یہ ایک کروڑ تیس چھتیس لاکھ کا بجٹ کسی فخر کے ساتھ پیش کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

پھر ایک اور پہلو سے جب ہم دیکھتے ہیں تو اس کی حیثیت دنیوی پیمانوں کے لحاظ سے کچھ بھی باقی نظر نہیں آتی اور وہ یہ حیثیت ہے کہ صرف عیسائیت۔ ساری عیسائیت نہیں، صرف عیسائیت کے بعض فرقے۔ اکیلے اکیلے ہی روزانہ اپنے مذہب کی تبلیغ پر جو خرچ کر رہے ہیں وہ ہمارے سال کے بجٹ سے دسیوں گنا زیادہ ہے۔ دس کروڑ، بیس کروڑ، تیس کروڑ روپیہ بلکہ اس سے بھی زائد بعض

عیسائی چرچ روزانہ تبلیغ عیسائیت پر خرچ کر رہے ہیں۔ تو جب دنیا کی ان کوششوں کو دیکھیں جو اسلام کے مقابل پر ہیں تو سارے مذاہب کو تو چھوڑو۔ ساری عیسائیت کو بھی چھوڑو۔ عیسائیت کا صرف ایک فرقہ اتنے اموال خرچ کر رہا ہے کہ ہمارے روپے پیسے کی اس کے مقابل پر صفر کی حیثیت رہ جاتی ہے۔ جب یہ کیفیت ہے تو سوال یہ ہے کہ ہم خوش کیوں ہیں۔ کیوں اسے اللہ کا فضل گردانتے ہوئے آج ہمارے دل بہت ہی مطمئن ہیں اور شاد ہیں کہ الحمدللہ بہت اچھا سال گزرا۔ اس کی تین وجوہات میں آج آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ جب میں نے اپنے دل کی کیفیت کا تجزیہ کیا تو میں نے دیکھا کہ ظاہری روپے پیسے کی مقدار کے لحاظ سے تو کوئی خوشی کا موقع نہیں ہے۔ اتنے بڑے کام پڑے ہوئے ہیں۔ اتنی بڑی بڑی طاقتیں مقابل پر ہیں کہ اس روپے کی حیثیت ہی کوئی نہیں۔

خوشی کی وجوہات میں سے سب سے پہلی بات یہ نظر آئی کہ یہ روپیہ ہمارے رب کے پیار کا مظہر ہے۔ اس پیار کا مظہر ہے جو جماعت کے ساتھ وہ آغاز سے لے کر آج تک کر رہا ہے۔ اور وہ پیار ہر پیسے میں شامل ہے۔ اس کی رحمت۔ اس کا فضل۔ اس کی تائید اور نصرت اس وقت بلکہ زیادہ تھی اپنی شدت اور کمیت کے لحاظ سے جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور جماعت کے مخلصین بعض دفعہ دو دو پیسے پیش کرتے تھے۔ ان دو پیسوں کا شکریہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے قلم سے ادا کیا۔ (سراج منیر روحانی خزائن جلد 12 ص 85) اور قیامت تک ان کے نام ستاروں کی طرح روشن اور اسلام اور احمدیت کی تاریخ میں زندہ رہیں گے۔ آج دو کروڑ کو بھی وہ حیثیت حاصل نہیں جو ان دو پیسوں کو تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلم سے قرطاس پر روشنائی سے لکھے جا رہے تھے اور آپ کی دعائیں ان میں شامل تھیں اور اللہ تعالیٰ بڑے پیار اور محبت کے ساتھ ان دو پیسوں کو بھی دیکھ رہا تھا اور ان کے ذکر کو بھی دیکھ رہا تھا۔ پیش کرنے والوں کے اخلاص کو بھی قبول کر رہا تھا اور قبول کرنے والے کی شفقت اور رحمت پر بھی پیار کی نظریں ڈال رہا تھا۔ پس اصل بات جو قابل شکر ہے وہ اللہ تعالیٰ کا پیار ہے اس کی رحمت ہے۔ اس کا فضل ہے جو آغاز کے دن سے لے کر آج تک جماعت کے ساتھ پوری وفا کر رہا ہے اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اس روپے پر کبھی خزاں نہیں آتی۔ دنیا کے حالات جب بدلتے ہیں۔ جب اقتصادی حالات بہتات سے بحران کی طرف مائل ہوتے ہیں تو بڑی بڑی کروڑ پتی کمپنیوں کے بھی دیوالئے پٹ جایا کرتے ہیں۔ بڑی بڑی حکومتوں کے

خزانے خالی ہو جایا کرتے ہیں۔ روپے کی کوئی قدر اور قیمت نہیں رہتی۔ جب حکومتوں کا نظام کمزور پڑتا ہے اور Coercion (کوئرشن) کم ہو جاتی ہے یعنی جبر کی طنابیں ڈھیلی پڑ جاتی ہیں تو ٹیکس کی چوریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ دینے والے اول تو ٹیکس دیتے نہیں اور جو دیتے ہیں۔ وہ لینے والے کھا کر بھاگ جاتے ہیں۔ پس دنیا کے روپے کئی قسم کے بحران کا شکار ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کی خزائیں ان کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتی ہیں اور ان کا خون چوس جاتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر کوئی خزاں نہیں آیا کرتی۔

جماعت احمدیہ پر مختلف حالات گزرے ہیں اور ہم نے دیکھا ہے کہ ۷۴ء میں جب ساری جماعت کے اموال لٹ رہے تھے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدا کے خزانے بھرے جا رہے تھے اور پہلے سے بڑھ کر بھرے جا رہے تھے۔ دوستوں کی طرف سے یہ درخواستیں نہیں آ رہی تھیں کہ ہم لٹ گئے۔ ہمارے تو گھر جل گئے۔ ہمارے چندے معاف کئے جائیں۔ لوگ روتے ہوئے اور التجائیں کرتے ہوئے یہ درخواستیں دے رہے تھے کہ اے ہمارے آقا! دعا کریں کہ اس حال میں بھی خدا ہمیں اپنا وعدہ پورا کرنے کی توفیق بخشے۔ ہم اپنا کوئی وعدہ واپس نہیں لینا چاہتے۔ ہم پوری دیانت داری اور پورے خلوص سے یہ ارادہ کرتے ہیں کہ ہم نے جو وعدے کئے تھے وہ ہم ضرور ادا کریں گے۔ صرف اتنی التجا ہے کہ آپ بھی دعاؤں کے ذریعہ ہماری مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حوصلہ دے۔ ثبات قدم عطا فرمائے اور توفیق بخشے کہ ہم ان وعدوں کو پورا کر دیں۔

اس قسم کے بعض خطوط وقف جدید میں مجھے آجاتے تھے۔ سیالکوٹ کی ایک جماعت تھی جو پوری اجڑ چکی تھی۔ وہاں موجود ہی نہیں رہی تھی (لیکن ۷۴ء کے زمانہ کی میں بات نہیں کر رہا۔ یہ دوسری مثال دے رہا ہوں ۱۹۷۱ء کی جنگ کے نتیجہ میں یہ حالات پیدا ہوئے تھے) اس زمانہ میں ان کی عارضی ہجرت کے دوران پہلے ان کے پریذیڈنٹ کا خط آیا کہ دعا کریں۔ چاہے ہمیں مزدوری کرنی پڑے۔ محنت کرنی پڑے۔ ہم یہ چندہ وقف جدید کا لکھایا ہوا ہے، وہ ضرور ادا کریں گے اور پھر سال ختم ہونے سے پہلے خوش خبری کا خط آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق بخشی ہے اور ہم نے اس چندے کی پائی پائی ادا کر دی ہے۔

پس یہ وہ جماعت ہے جس پر خدا کے فضل ہیں اور خدا کے فضلوں پر خزاں نہیں آیا کرتی۔

خدا کے فضل ، دنیا کے دوسرے تمام مالی نظاموں سے اس طرح ممتاز ہوا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس مضمون کو بڑے پیارے انداز میں یوں بیان فرمایا:

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں (درثمین)

۷۴ء میں بھی قربانیوں کے بڑے بڑے پیارے پھول کھلے تھے ایسے پھول جو سارے جہاں کو زینت بخش سکتے تھے اگر دنیا ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی اور یہ پھول بوستان احمد میں ہمیشہ کھلتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس بوستان پر کبھی خزاں نہیں آئے گی۔ پس پہلا شکر کا موجب یہ تصور ہے جو ہماری روحوں کو اللہ کے حضور سجدہ ریز کر دیتا ہے اور جھکائے رکھتا ہے۔

دوسرا ایک خاص پہلو اور بھی ہے جس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص وعدہ بھی تھا۔ اور وہ مالی اعانت کا وعدہ تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑے پیار کے انداز میں پنجابی کے کلام میں یوں فرمایا:

میں تینوں اینا دیاں گا کہ رج جائیں گا

رجنے کی ایک علامت ہوتی ہے کہ اس کا پس خوردہ بچا کرتا ہے۔ جو رجے نہ، جس کا پیٹ نہ بھرے، اس کی تو طلب باقی رہ جایا کرتی ہے اور پلیٹ میں کچھ نہیں رہتا۔ رجا ہوا تو اپنی پلیٹ کو چھوڑ جاتا ہے۔ دوسرے بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے منصب خلافت پر آنے کے بعد دیکھا کہ اللہ کے فضل سے بے شمار روپیہ نیک کاموں پر خرچ کرنے کیلئے آپ کا پس خوردہ موجود ہے اور سلسلہ کو مالی لحاظ سے کوئی کمی نہیں ہے اور کوئی کمی خدا کے فضل سے نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا جو یہ وعدہ ہے میں امید رکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں اور آپ بھی اس دعا میں شامل ہوں کہ وہ اسی طرح جماعت کے ساتھ جاری رہے کیونکہ خلیفہ کے بدلنے سے خلافت تو نہیں بدلا کرتی۔ خدا کے کام تو نہیں بدلا کرتے۔ دین کی ضرورتیں تو نہیں بدلا کرتیں۔ اس لئے ہمیں یہ التجا کرنی چاہئے کہ اے اللہ! جو فضل تو نے جاری فرمادیا اس کو جاری رکھ اس مزید دعا کے ساتھ کہ اے خدا! تو اپنے فضل اور عطا بھی بڑھاتا چلا جا اور ہماری بھوک بھی بڑھاتا چلا جا۔ ہمارے مانگنے کا ظرف بھی بڑھاتا چلا جا۔ ان دونوں کے درمیان دوڑ شروع کر دے۔ اور خود تیری عطا کردہ ایک ایسی پیاری دوڑ چل پڑے کہ جس طرح

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ دو گھوڑوں کی مثال دیا کرتے تھے۔ ویسی صورت حال پیدا ہو جائے۔

کہتے ہیں ایک عرب کو ایک گھوڑا بڑا پیارا تھا کیونکہ سارے عرب میں اس جیسا تیز رفتار گھوڑا کوئی نہیں تھا۔ ایک دفعہ چور آیا اور گھوڑے کو کھول کر وہ بہت دور نکل گیا۔ جب مالک کی آنکھ کھلی تو وہ گھوڑا آگے جا چکا تھا اس نے اپنا نمبر ۲ گھوڑا پکڑا اور نمبر ۲ گھوڑے پر سوار ہو کر اس کا پیچھا شروع کیا۔ کیونکہ وہ ماہر تھا اس کے مزاج سے واقف تھا اور چور اول نمبر گھوڑے کے مزاج سے ناآشنا تھا۔ اس لئے آہستہ آہستہ یہ اس کے قریب تر ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچ گیا۔ لیکن اچانک اس کو وہاں یہ خیال آیا کہ اگر آج میں نے اس کو پکڑ لیا تو میرے گھوڑے کا یہ نام جو دنیا میں رہنا تھا کہ کبھی کوئی گھوڑا اس سے آگے نہیں بڑھ سکا یہ نام ختم ہو جائے گا۔ تو اس نے چور سے کہا، جا میں اور کسی وجہ سے نہیں صرف اپنے گھوڑے کے نام کی خاطر تجھے چھوڑتا ہوں۔ اور گھوڑے کو اس نے جانے دیا۔

پس میرے دل کی یہ کیفیت ہے کہ میں اللہ سے عرض کروں کہ تو ہماری بھوک بھی بڑھاتا چلا جا اور اپنی عطا بھی بڑھاتا چلا جا۔ لیکن اگر ہماری بھوک تیری عطا کے قریب پہنچ جائے تو پھر تو اپنی رحمت کے صدقے اس عطا کے نام پر جسے کبھی دنیا میں کسی چیز نے شکست نہیں دی تو اپنی عطا کو اور آگے بڑھا دینا تاکہ یہ عطا ہمیشہ بے مثل رہے اور بے نظیر رہے اور کوئی بھوک اس کو پکڑ نہ سکے۔

غرض اللہ تعالیٰ سے ہماری التجا یہی ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر یہ فضل جاری رکھے اور ساتھ یہ بھی کہ بہترین خرچ کی توفیق بخشے۔ امانت کے ساتھ، دیانت کے ساتھ بہترین سوچ کی توفیق بخشے بہترین فکر کی توفیق بخشے۔ سارے کارکن خدا کی رضا کی خاطر کام کرنے والے ہوں۔ دیانت اور امانت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ پیسے پیسے کے ساتھ دعاؤں کی اور التجاؤں کی برکتیں شامل ہوں اور یہ روپیہ اپنی ظاہری حیثیت سے کئی گنا زیادہ برکتیں اپنے ساتھ لے کر آئے جو دنیا کے حساب میں وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔

بجٹ کی زائد وصولی پر خوشی کا تیسرا پہلو وہ ہے جو دینے والوں کی حالت سے تعلق رکھتا ہے۔ حق حلال کی کمائی اس میں شامل ہے۔ اہل ایمان مزدوروں کا پسینہ اس میں شامل ہے۔ ایسی محنت اور پاکیزہ محنت اس روپیہ میں داخل ہو چکی ہے جو اپنی پاکیزگی کے لحاظ سے ساری دنیا میں بے مثل ہے۔

اپنی قناعت کے لحاظ سے بے مثل ہے اور ان پاکیزہ خیالات کے لحاظ سے بے مثل ہے جو اس محنت میں شامل ہیں ۔ پس اس روپیہ کے ساتھ دنیا کے کسی دوسرے روپیہ کا کوئی مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ ان امیروں کا فاصلہ بھی اس میں شامل ہے جنہوں نے دنیا کی گناہ آلود زندگی کو ترک کر کے اپنے روپے کو دنیا کی لذتوں کے حصول پر خرچ کرنے کی بجائے اپنے رب کی رضا کے حصول پر خرچ کیا ورنہ دنیا میں کروڑوں امیر ایسے بس رہے ہیں جو فسق و فجور کی راہیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ ان کا روپیہ ان کی گناہ کی توفیق سے بڑھ جاتا ہے اور وہ بے چین ہوتے ہیں کہ اس کو کس طرح خرچ کریں اور کس طرح اپنے گناہ کی تمنا کو پورا کریں۔ اس کی پیاس بجھائیں۔ لیکن میدان نہیں ملتے۔ اس کے برعکس اللہ کے فضل سے احمدی امراء ہیں جو مواقع ہونے کے باوجود۔ ہر طرح کے امتحانوں اور ابتلاؤں کے باوجود ان مواقع سے رکتے رہے، جو گناہ کے حصول کیلئے، روپے کے ذریعہ، مواقع ان کو میسر آ سکتے تھے۔ اور اس روپے کو بچا کر نیک راہوں پر خرچ کیا۔ گو ذاتی لحاظ سے ان کی تکلیف، غریب کی تکلیف کے مقابل پر کم تھی لیکن اس سے انکار بہر حال نہیں ہے کہ انہوں نے اور رنگ کی روحانی تکلیفیں اپنے اوپر وارد کیں اور امتحانوں میں ثابت قدمی دکھائی۔ پس اس روپیہ میں وہ بھی اپنے غریب بھائیوں کے ساتھ شریک ہیں۔ پھر ان غریبوں اور مسکینوں کی دال روٹی بھی اس روپے میں شامل ہو چکی ہے جو بمشکل زندگی گزارتے ہیں۔ ایسے معمولی مددگار کارکن جن کو بعض دفعہ جماعت کو عطیہ دینا پڑتا ہے۔ زندگی کی بقاء کیلئے ان کا روپیہ پیسہ بھی اس میں شامل ہوا ہوا ہے۔ ان کے بچوں کا دودھ جو ان کو نہیں ملا وہ بھی اس میں شامل ہے۔ ان کے تن بدن کے غریبانہ کپڑے بھی اس میں شامل ہیں۔ انہوں نے روپے کا روپ دھارا اور سلسلہ کے اس چندے میں داخل ہو گئے۔ ان کی اپنی ایک چمک دمک ہے۔ ان کی اپنی ایک روشنی ہے اور دنیا کا کوئی روپیہ اس نور اور اس روشنی کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

پھر ہم راضی ہیں اللہ تعالیٰ پر کہ اس نے چندہ دینے والوں کو دعاؤں کی توفیق بخشی۔ اس روپیہ میں ان کی دعائیں شامل ہیں۔ ان کی نیک تمنائیں شامل ہیں۔ ان کی گریہ وزاری شامل ہے۔ ان کا تقویٰ شامل ہے:

لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُہَا وَلَا دِمَآؤُہَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ ؕ (الحج:۳۸)

اللہ کو قربانیوں کا ظاہر کچھ بھی نہیں پہنچا کرتا۔ نہ اموال نہ روٹی کپڑا۔ نہ گوشت اور نہ خون صرف تقویٰ پہنچتا ہے۔ پس وہ چیز جس نے آگے جانا تھا وہ زادراہ بھی اس روپے میں شامل ہے۔ کیونکہ یہ روپیہ تو اس دنیا میں رہ جائے گا۔ اس کے اگلی دنیا میں انتقال کا کوئی ذریعہ ہم نہیں پاتے۔ تو خدا کا کتنا بڑا احسان ہے کہ وہ ساری پاک چیزیں جو قربانیوں کو قبولیت کا درجہ دیتی ہیں وہ ساری پاک چیزیں ان روپوں میں شامل ہیں۔

پس دنیا کی آنکھ تو اس روپے کو ایک غریب اور نادار جماعت کا تھوڑا سا سرمایہ دیکھتی ہے۔ ایسا تھوڑا سرمایہ کہ دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی حکومت بھی اس سرمایہ کے مقابل پر سینکڑوں گنا زیادہ طاقتیں رکھتی ہے لیکن اللہ کی رضا کی آنکھ اس میں غریبوں کے آنسوؤں کے موتی دیکھ رہی ہے۔ اللہ کی رضا کی آنکھ ان روپوں میں مومنوں کے قلب و جگر کے ٹکڑے دیکھ رہی ہے۔ ان امیروں کے اخلاص اور پاکیزگی کے جواہر دیکھ رہی ہے جنہوں نے فتنہ و فساد میں مبتلا ہونے کی خواہشوں کے باوجود اور گندگی میں مبتلا ہونے کی خواہشوں کے باوجود اللہ کی پاک رضا کی چادر اوڑھ لی۔ یہ وہ ساری چیزیں ہیں جن کو اللہ کی نظر محبت اور پیار سے دیکھتی ہے اور ان کو قبول فرماتی ہے۔

پس اس روپے کی حیثیت عام دنیا کے روپے کی حیثیت سے بالکل مختلف اور جداگانہ ہے

چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔ کوئی مقابلہ نہیں۔ پیمانہ ہی مختلف ہے۔ پھر دنیا کی آنکھ اس روپے کو روبلز Roubles کی شکل میں دیکھ رہی ہے۔ اور روپے کی شکل میں اور ٹکوں Takka کی شکل میں اور پونڈوں کی شکل میں اور ڈالروں کی شکل میں اور ینز Yens کی شکل میں اور کروناز Kronas کی شکل میں اور پسیتاز Pasetas کی شکل میں دیکھ رہی ہے اور ان پر مختلف تصویریں دیکھتی ہے۔ کہیں اشتراکیت کے نشان اس میں نظر آتے ہیں۔ کہیں درانتی۔ کہیں ہتھوڑے کہیں بادشاہوں کی تصویریں۔ کہیں جارج واشنگٹن کی شبیہ ان کو دکھائی دیتی ہے۔ کہیں قائداعظم کی تصویر بھی وہ اس پر دیکھتے ہیں۔ مگر ایک عارف باللہ اس روپے میں سوائے اپنے رب کے اور کوئی تصویر نہیں دیکھتا۔ اللہ کی تصویر ہے اس کا چہرہ ہے جس کو قرآن کریم مالی اصطلاح میں لِوَجہ اللہ کہتا ہے یعنی اللہ کی وجہ کی خاطر جیسے اردو میں ہم کہتے ہیں اس کے منہ کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا ہے:

ع تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 ص 225)

یہ اردو کا محاورہ ہے۔ عربی میں بھی یہی محاورہ ہے **وجہُ اللّٰہ** یعنی اللہ کا چہرہ، اس کی رضا۔ تو جس چہرہ کی خاطر۔ جس منہ کی خاطر یہ قربانیاں کی جاتی ہیں۔ وہ اسی منہ کی تصویر بنی ہوئی اس پر دیکھتے ہیں۔ دنیا کے ممالک کے اپنے ملکی قوانین نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ ان کے Tarrif (ٹیرف) کے قوانین نظروں سے اٹھ جاتے ہیں۔ صرف **وجہُ اللّٰہ** ان کو نظر آتا ہے ہر اس روپے پر۔ ہر اس پیسے پر اور ہر اس دھیلے پر جو جماعت احمدیہ قربانی کے طور پر اپنے رب کے حضور پیش کر رہی ہے۔

پس ساری دنیا کی طاقتیں مل جائیں اور ان کے خزانے اربوں ارب سے ضرب کھا جائیں تب بھی یہی ہمارا روپیہ جیتے گا اور ضرور جیتے گا کیونکہ اس کے مقدر میں شکست نہیں لکھی ہوئی۔ یہ اللہ کی رضا کی خاطر پیش کیا جا رہا ہے۔ دوست دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس روپیہ کو پاک اور صاف رکھے اور اس ایمان میں برکت دیتا چلا جائے جس سے یہ روپیہ پھوٹا کرتا ہے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

ایک دعا کی درخواست بھی کرنا چاہتا ہوں۔ مختلف معاندین اور حاسدین نے جماعت احمدیہ کو مختلف قسموں کے مقدموں میں پھنسایا ہوا ہے اور آئے دن ان کی پیشیوں کے لئے سلسلہ کے وکلاء اپنا وقت بھی خرچ کرتے ہیں اور روپیہ بھی خرچ کرتے ہیں۔ دماغ سوزی بھی کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں اور جس کے لئے دعا کی درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ یہ زمین کے مقدمے کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہمارا اصل مقدمہ آسمان پر ہے اور وہیں سے ہم فیصلہ چاہتے ہیں۔ پس بہت کثرت کے ساتھ اور گریہ وزاری کے ساتھ دوست دعائیں کریں کہ **احکم الحاکمین** خدا اپنا فیصلہ جاری فرمائے اور دنیا کی عدالتوں کی احتیاج سے ہمیں مستغنی فرمادے۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۰ ؍جولائی ۱۹۸۲ء)